مذاکرہ

عنوان : —— عورت کی شہادت کا مسئلہ

مقام : دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ہال

زیر اہتمام : مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری

مؤرخہ : ۱۱ر اکتوبر ۱۹۸۴ء

میزبان : —— مولانا محمد متین ہاشمی

شرکاء

جناب مولانا عبداللطیف (جامعہ نظامیہ رضویہ)

جناب مولانا حمید الرحمٰن عباسی (جامعہ قاسم العلوم شیرانوالہ)

جناب ڈاکٹر ظفر علی راجا (ایڈوکیٹ)

جناب مولانا محمد رفیق چودھری

جناب مولانا فضل الرحمٰن (خطیب مسجد مبارک)

جناب مولانا ریاض الحسن نوری

زبیدہ خانم

خورشید النساء بیگم

فرزانہ ممتاز

جناب حافظ غلام حسین

جناب حافظ محمد سعد اللہ

و دیگر شرکاء

مذاکرہ "عورت کی شہادت"

تلاوت : حافظ محمد سعد اللہ

جناب ہاشمی صاحب : حاضرین گرامی و علمائے محترم ۔ اب کارروائی کا آغاز کیا جاتا ہے ۔ اس کے لیے ہم نے ایک طریقہ وضع کیا ہے کہ ہر آدمی کو ابتداً بیس منٹ بولنے کا وقت دیا جائے گا ۔ اور وہ بیس منٹ کے وقت میں اپنے دلائل اور موقف کو بیان کرے گا ۔ اور اس دوران کوئی دوسرا سوال نہیں کرے گا ۔ البتہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ نوٹ تیار کرے اور بعد میں سوال کرنا چاہے ۔ تو کرے یہ دور جب ختم ہو گا تو اس کے بعد سوالات اور بحث کا دور ہو گا ۔ اب میں مولانا حمید الرحمٰن صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ عورت کی شہادت کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں ۔

مولانا حمید الرحمٰن صاحب :۔

سب سے پہلے تو میں انتظامیہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے بلایا اور عورت کی شہادت کے سلسلے میں اظہار خیال کا حکم دیا ۔

جیسا کہ آپ حضرات جانتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا حکیمانہ اور عادلانہ نظام ہے جس میں بلا امتیاز تمام طبقات کے بنیادی حقوق کا تحفظ موجود ہے ۔ حق ثابت کرنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ حاکم عادل ہو کیونکہ حاکم نے تحقیق کرنا ہے ۔ اگر حاکم عادل نہیں ہو گا ۔ تو حق ثابت نہیں ہو گا ۔ سب سے پہلے حاکم کا عادل ہونا ضروری ہے ۔ قرآن کریم میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ۔

پہلے آیت کریمہ کا مختصر سا مفہوم عرض کرتا ہوں ۔ ہجرت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہونے کے لیے تشریف لے گئے ۔ بیت اللہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کے پاس تھی ۔ وہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے ۔ انہوں نے آپؐ کو کعبہ میں داخل ہونے سے روکا ۔ اور آپ کے ساتھ گستاخی کی ۔ اس

وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان! ایک وقت آئے گا کہ بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی میں جس کو چاہوں گا دوں گا۔ اس وقت عثمان بن طلحہ نے جواب میں کہا کہ اس وقت تو قریش ذلیل ہو جائیں گے۔ تو آپؐ نے فرمایا نہیں ذلیل نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ انکو عزت عطا فرمائے گا۔ بہر حال وقت گزر گیا جس دن مکہ فتح ہوا۔ نبی پاک بیت اللہ میں داخل ہونے کے لیے تشریف لے گئے۔ عثمانؓ بن طلحہ بھاگ کر بیت اللہ کی چھت پر چڑھ گئے بیت اللہ کی چابی دینا نہیں چاہتے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت اللہ پر چڑھ کر چابی ان سے چھین لی۔ اور لا کر نبی اکرم کو دی۔ آپ نے تالا کھولا۔ بیت اللہ کے اندر نماز ادا فرمائی۔ آپؐ باہر تشریف لا رہے تھے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ آیت کریمہ تھی: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تؤدوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔

اللہ پاک تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو۔ حضرت عثمان بن طلحہ کی نسلاً بعد نسل یہ خدمت تھی۔ بیت اللہ کی کنجی برداری کی۔ اللہ پاک نے یہاں فرمایا کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو۔ عثمان بن طلحہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے اور اللہ کا حکم ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو۔ امانات سے مراد صرف یہی نہیں کہ روپے پیسے امانت رکھے جائیں۔ عہدہ بھی امانت ہے۔ سرکاری ہو یا غیر سرکاری۔ سارے عہدے امانات ہیں۔ فرمایا کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو۔ بات یہ ہے۔ کہ عثمان بن طلحہ ہی اس کے اہل ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے چابی عثمان کے حوالے کی۔ حضرت علی اور عمرؓ نے یہ خواہش ظاہر کی چابی انہیں دی جائے۔ لیکن آپؐ نے چابی انہیں نہیں دی بلکہ طلحہ کو دی۔ اور فرمایا کہ تا قیامت تمہاری نسل سے یہ چابی کوئی چھین نہیں سکتا۔ اس قصے میں مقام غور یہ چیز ہے کہ عثمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور چابی ان کا حق تھا۔ لہٰذا قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ جس کا جو حق بنتا ہے۔ وہ اس کو ملنا چاہیئے اس میں مسلم وغیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں جس وقت یہی مکہ فتح ہوا۔ صحابہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکہ نے بیت اللہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ ہمیں بھی انکو داخل نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ ان کے مویشی چھین لیں آیت اتری۔ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ”

کسی کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم جادہ حق سے ہٹ جاؤ۔ عدل کرو عدل تقویٰ کے بہت قریب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا مکہ والوں کو انکے عقیدہ کے مطابق عبادت کرنے سے نہیں روکا۔ یہ ان کا بنیادی حق تھا۔

قرآن حکیم کی اس آیت کی رو سے ان کو ان کے بنیادی حق سے محروم نہیں کیا۔ قرآن کی یہ ہدایت ہے کہ سب سے پہلے حکمران عادل ہونا چاہیئے حکمران عادل ہو گا تو تحقیق اچھی کرے گا عدل کرے گا۔ اور اگر حکمران عادل نہیں ہو گا تو جیسا کہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ دو چڑیا آپس میں لڑ پڑیں اور خوب گتھم گتھا تھیں اوپر سے بلی آئی۔ بلی نے کہا کہ میں دونوں کا فیصلہ کرتی ہوں وہ دونوں کو کھا گئی۔ حکمران عادل ہو گا تو فیصلہ صحیح کرے گا۔ دیکھے گا کون ظالم ہے کون مظلوم۔ ظالم ہو گا تو مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو ہڑپ کرے گا۔ دونوں کا حق مارے گا۔ قرآن کریم کا نظام عادلانہ ہے حکیمانہ ہے۔ جب کسی کے درمیان دنگا ہو جھگڑا ہو۔ تو قرآن کے مطابق سب سے پہلے حکمران عادل ہونا چاہیئے چونکہ حکمران کو تحقیق کرنا ہے۔ تو پھر حق ثابت کرنے کے لیے گواہی کیسی ہونی چاہیئے جس طرح کہ حکمرانوں کے لیے عدل کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح گواہی کے لیے بھی عدل شرط ہے۔ تمیم داری کے واقعہ میں ذوی عدل کا لفظ موجود ہے۔ یہ کہ دو گواہ ہونے چاہئیں جو صاحب عدل ہوں۔ گواہوں کے لیے عدالت شرط ہے۔ اگر عادل نہیں تو گواہی منظور نہیں۔

شہادت کی کئی اقسام ہیں۔ ایک تو شہادت علی الزنا ہے۔ اس کے لیے قرآن نے چار مردوں کی قید لگائی ہے۔ چار مرد ہونے چاہئیں۔ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ شہادت علی الزنا میں صرف چار مردوں کی گواہی ہی مقبول ہے ایک کی نہیں دو کی نہیں تین کی نہیں۔ چار مرد ہونے چاہئیں۔ شہادت علی الزنا میں عورتوں کی گواہی بالکل مقبول نہیں۔ معاملات میں دو مردوں کی گواہی ہے۔ جیسا کہ سورۃ بقرہ کی آیت میں موجود ہے۔ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ فرمایا کہ دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں۔ اس کی وجہ آگے قرآن بیان کرتا ہے ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخری ایک ان میں سے بھٹک جائے یا اس سے غلطی ہو جائے گی تو دوسری اس کو یاد دلا دے گی۔ یہ نصّ قطعی موجود ہے۔ کہ معاملات کے اندر ایک مرد دو عورتیں ہونا ضروری ہے۔ البتہ

بعض معاملات ایسے ہیں جہاں مردوں کی رسائی نہیں ہے ۔مثال کے طور پر ولادت کا واقعہ ہے ۔ اسی طرح بکارت ہے ۔ یہ ایسے معاملات ہیں جہاں مردوں کی رسائی ہوتی نہیں اس لیے ان میں عورت کی شہادت معتبر ہے ۔

قرآن حکیم نے وجہ کیا بیان کی ہے ۔ان تضل عورت بھٹک جائے گی ۔عورت کو نسیاں ہوتا ہے ۔نبی کریم کا فرمان ہے ۔ ناقصات عقل ان کی عقل ناقص ہوتی ہے ۔اصل میں بات یہ ہے کہ معاملات میں عورتوں کو دلچسپی نہیں ہوتی ۔ بعض عورتوں کے خصوصی معاملات ہوتے ہیں وہاں عورت ہی کی دلچسپی ہوتی ہے ۔ مرد کی نہیں ۔مثلاً کپڑے کا رنگ کیسا ہونا چاہیئے اور کپڑوں کی کتنی قسمیں ہیں ۔یا گھر کے برتن یہ ساری چیزیں عورت کے مزاج کی ہیں ۔ایسے معاملات میں ایک عورت کی بات معتبر ہے ۔کیوں معتبر ہے ۔اس لیے کہ عورت ایسے معاملات کو اچھا یاد رکھتی ہے آپ جانتے ہیں کہ گھر کی چیزیں عورت ہی جانتی ہے ۔ مرد نہیں جانتا اور اگر عوام کے درمیان دنگا فساد ہو جائے تو ان چیزوں کو مرد زیادہ جانتا ہے عورت نہیں جانتی ۔ رہا بکارت کا مسئلہ یا رضاعت کا مسئلہ یا ولادت کا مسئلہ تو ان حالات کو عورت زیادہ جانتی ہے مرد نہیں جانتا اس لیے یہ کہہ دینا کہ عورت کی گواہی بالکل معتبر نہیں یہ غلط ہے ۔ اسی طرح یہ کہنا کہ گواہی کے اعتبار سے عورت مرد کے برابر ہے یہ بات بھی بالکل غلط ہے ۔ قرآن کریم کی نص قطعی کے خلاف ہے ۔ اور یہ جو مساوات کا سلسلہ اس وقت چل پڑا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ عورت ہر سطح پر مرد کے برابر ہے تو اس سے عورت کا بہت بڑا نقصان ہوگا ۔ مرد کا نہیں ہوگا ۔جس وقت ہم عورت کو مرد کے برابر تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر ظاہر بات ہے کہ مرد عورت کے اخراجات برداشت نہیں کرے گا ۔جب دونوں مساوی ہیں تو مرد کو کیا ضرورت ہے کہ وہ عورت کے اخراجات پورے کرے ۔ یہ کہ مرد عورت کو مکان مہیا کرتا ہے ۔ وہ مکان مہیا نہیں کرے گا ۔ اولاد میاں بیوی کی مشترک ہے قرآن کہتا ہے اولاد کے اور عورت کے تمام اخراجات مرد کے ذمے ہیں ۔ جب آپ ان دونوں کو مساویانہ حیثیت دیں گے اور برابر میں لائیں گے ۔ تو وہ یہ چیزیں برداشت نہیں کرے گا ۔ اس میں تو عورت کا نقصان ہے مرد کا نہیں ۔ ایک

اور بھی عرض کروں کہ یہ جو ملک میں ایک سلسلہ چلا ہوا ہے اس میں عورت کا کتنا نقصان ہو گیا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ آج بچاوے فیصد بالغہ لڑکیاں بیٹھی ہوئی ہیں اور نکاح کا کوئی مسلسلہ نہیں۔ وہ بیچاری نوکریاں تلاش کر رہی ہیں کیونکہ والدین ان کا جہیز مہیا نہیں کر سکتے۔ یہ ایک بحران پیدا ہو گیا ہے۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ مرد و عورت برابر ہیں۔ تو مرد پھر یہ اخراجات بھی برداشت نہیں کرے گا۔ جب مرد اخراجات برداشت نہیں کرے گا تو سوچ لیں کہ عورت کس قدر بدحال ہوگی۔ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ اسلام ایک عادلانہ اور حکیمانہ اور رحیمانہ نظام ہے۔ بنی نوع انسان کے جتنے بھی طبقات ہیں ہر ایک کے حقوق کا تحفظ موجود ہے۔ باقی یہ کہنا کہ جب ایک عورت کی گواہی ایک مرد کے برابر تسلیم نہ کی جائے تو عورت کا وقار مجروح ہوگا تو میں نے عرض کیا تھا کہ اس میں کسی کا وقار مجروح نہیں ہوتا۔ یہ تو اثبات حق کے لیے ہوتی ہے۔ دوسرے کا حق اگر کسی مرد کی وجہ سے بھی تلف ہوتا ہے مثلاً مرد جھوٹا ہے یا اس نے کسی پر تہمت لگائی ہے تو قرآن کہتا ہے ان کی گواہی بھی معتبر نہیں اب مرد اٹھ کر کہیں کہ صاحب ہماری حیثیت پر حملہ ہو گیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے اس لیے کہ گواہی سے دوسرے کا حق ثابت کرنا ہے۔ کسی کی حیثیت کو قائم رکھنے کے لیے یہ تو نہیں کیا جا سکتا کہ دوسرے کا حق تلف ہو جائے۔ میں انہی الفاظ پر اپنی گذارشات ختم کرتا ہوں۔

خورشید النساء: مجھے ایک سوال پوچھنا ہے۔

حافظ غلام حسین: محترمہ آپ نکات نوٹ کر لیجئے جب یہ دور ختم ہوگا تو جس شخص سے متعلق آپ کا سوال ہوگا اس سے دریافت فرمائیے گا۔

ہاشمی صاحب: اب میں مولانا مفتی عبداللطیف صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

مولانا مفتی عبداللطیف صاحب:

مجلس مذاکرہ کا عنوان ہے اسلامی معاشرہ میں حیثیت نسواں ہے۔ اور آج کی نشست شہادت

سے متعلق ہے اس لحاظ سے آج کی مجلس مذاکرہ کا عنوان ۔ اسلامی قانون شہادت میں حیثیت نسواں ہو یعنی اسلامی قانون شہادت میں عورت کی حیثیت کیا ہے ۔ عورت ہو یا مرد ۔ بچہ ہو یا بڑا ۔ جوان ہو یا پیر جاندار ہو یا بے جان کسی کی بھی اسلام میں حیثیت متعین کرنے کے لیے قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا ۔ اس کے بعد اجماع امت اور ائمہ مجتہدین کے اقوال کو دیکھنا ہوگا جو درحقیقت قرآن و سنت سے ہی مستنبط ہیں قرآن و سنت نے عورت کو وہ مقام عنایت فرمایا ہے جو ظہور اسلام سے قبل کسی بھی مذہب اور معاشرہ نے ان کو نہیں دیا تھا ہر معاشرہ میں لڑکیوں کی پیدائش کو برا سمجھا جاتا بلکہ زندہ درگور کر دیا جاتا تھا وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ غلہ حاصل کرنے کے لیے انہیں رہن رکھ دیا جاتا ۔ یہودی قانون میں بھائی کی بیوی خاوند کے مرنے کے بعد دوسرے بھائی کا حق سمجھی جاتی تھی ۔ ہندو قانون میں عورت کو پورے خاندان کی مشترکہ بیوی کا درجہ دیا جاتا تھا ۔ خاوند کے مرنے کے بعد اسے زندہ رہنے کا حق نہیں تھا ستی ہونا پڑتا تھا ۔ عیسائی قانون میں عورت ایک ناگزیر برائی ہے ۔ مگر الحمد للہ کہ اسلام وہ اعتدال پسند دین ہے کہ جس کا جو حق ہے وہی اس کو دیتا ہے ۔ عورتوں کو اسلام کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اسلام نے قرآن کریم میں لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ کا اعلان کر کے عورت کو جزاء اعمال میں مرد کے برابر لا کھڑا کیا اور یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى فرما کر عورت کو ناگزیر برائی کے بجائے مرد کی طرح وجود نوع انسانی کے لیے ایک مقدس اساس بنا دیا عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ فرما کر عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کو مردوں پر لازم کر دیا چادر اور چار دیواری کے ذریعہ نہ صرف ان کی عزت نفس بلکہ عصمت و عفت کی حفاظت کا سامان کیا جس کو ہوس پرستوں نے قید و قبر کا نام دے کر عورتوں کو چادر اور چار دیواری سے نکلنے کی راہ دکھائی تاکہ اسے اپنی محفلوں کی زینت بنا سکیں ۔ اور کچھ ناداں عورتیں اس کو آزادی سمجھ کر بڑے فخر کے ساتھ ان کی باتوں میں آگئیں جس کے نتیجہ میں آج عورت نہ صرف محفلوں بلکہ گلی کوچوں اور بازاروں کی زینت بنی ہوئی ہے ۔ اب تو ایک قدم اور آگے بڑھا کر نام نہاد

مساوات کے نام پر نت نئے مطالبات پیش کئے جا رہے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک مطالبہ یہ بھی ہے کہ اسلامی قانون شہادت میں عورت کی حیثیت مرد کے برابر تسلیم کی جائے۔ عورت کس کس چیز میں مرد کی برابری کا دعویٰ کرے گی۔ جب کہ قرآن کریم نے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ کہہ کر تا قیامت عورت پر مرد کی سرداری قائم کر دی بیشک جس طرح مرد کے عورت پر حقوق ہیں اسی طرح عورت کے مرد پر حقوق ہیں جن کا اعتراف سورۃ بقرہ کی آیت ۲۲۸ میں وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کہہ کر کیا گیا مگر یہاں بھی لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ فرما کر مرد کی سرداری برقرار رکھی۔ یہ کیا اسلام ہوا کہ قرآن کریم کی جن آیات میں اپنی انا کی تسکین ہوتی ہو انہیں تو مان لیجئے اور جن سے اپنی انا مجروح ہوتی نظر آتی ہو ان کو ماننے میں پس و پیش کر دیجئے حالانکہ اسلام انا نیت پرستی کی نہیں کمدن بنادن کی تعلیم دیتے ہوئے فادخلوا فی السلم کافہ فرماتا ہے اور افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض کی سختی کیساتھ ممانعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ جو مرد اور عورت دونوں کا پروردگار خالق ہے وہ ان کی صلاحیتوں کو ان سے زیادہ جانتا ہے۔ اب اگر وہ وراثت میں للذکر مثل حظ الانثیین کہہ کر اور شہادت میں فان لم تکونا رجلین فرجل و امرأتان فرما کر ایک مرد کو دو عورتوں کے یا دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر قرار دیتا ہے تو اس پر چیں بجبیں ہونے کی کیا وجہ ہے۔ یہ تو عورت پر اسلام کا احسان ہے کہ وہ ناگزیر ضرورت کے بغیر عورت پر شہادت کا بار ڈالنا نہیں چاہتا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ ادا شہادت کیلئے کن دشوار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جن کی عام عورتیں متحمل نہیں ہو سکتیں بحر الرائق جلد ۷ ص ۶۲ کی عبارت اِنَّمَا لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْاَرْبَعِ مِنْ غَيْرِ رَجُلٍ كَيْلَا يَكْثُرُ خُرُوْجُهُنَّ میں اسی طرف اشارہ ہے اور اسی لیے زنا حدود اور قصاص میں عورت کو شہادت کے بار سے سبکدوش کر دیا گیا باقی مالی یا غیر مالی حقوق میں بھی شہادت کی اصل ذمہ داری مردوں پر ہی ڈالی ہے لیکن دو مرد نہ ملنے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کافی سمجھی گئی۔ سورۃ بقرہ کی جس آیت کریمہ میں عورت کی شہادت کا ذکر ہے اس کے الفاظ یہ ہیں وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ کہ مردوں میں سے دو گواہوں کی گواہی لو فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ اگر دو مرد نہ مل سکیں تو کام چلانے کے لیے فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی کافی ہوگی۔ اس ایک آیت کریمہ کے سوا قرآن کریم میں کسی بھی دوسری جگہ عورت پر شہادت کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی کیونکہ عورت کا عدالت کے حکمروں سے بچا رہنا ہی مناسب ہے۔ حتیٰ کہ پردہ نشین عورتوں کی کچہری کی حاضری بھی معاف کر دی گئی اشباہ

میں ہے وَلَا تُکَلَّفُ الْحُضُوْرَ لِلدَّعْوٰی إِذَا کَانَتْ مُخَدَّرَۃً وَلَا لِلْیَمِیْنِ بَلْ یَحْضُرُ إِلَیْہَا الْقَاضِیْ أَوْ یَبْعَثُ نَائِبَہٗ إِلَیْہَا اسی طرح پردہ نشیں عورتوں کی توکیل فریق ثانی کی رضامندی کے بغیر جائز قرار دیگئی اشباہ میں ہے وَیُقْبَلُ تَوْکِیْلُہَا بِلَا رِضَا الْخَصْمِ إِذَا کَانَتْ مُخَدَّرَۃً اِتِّفَاقًا اسی طرح عورت کو شہر بدر کی سزا نہیں دیجائیگی - رہی یہ بات کہ بعض ایسے حالات میں جہاں مرد کا موجود ہونا ممکن نہ ہو مثلاً لڑکی کے کنوارپن اور عورتوں کے وہ عیوب جن کی طرف مرد نہیں دیکھ سکتا احتیاطاً دو عورتوں ورنہ ایک ثقہ عورت کی گواہی بھی معتبر ہو جاتی ہے یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ شہادت میں عورت کی حیثیت مرد کے برابر ہوگئی - کیونکہ بعض حالات میں جب رسمی گواہی بالکل بھی موجود نہ ہو تو قاضی کو قرینہ قاطعہ کی وجہ سے فیصلہ کرنے کا اختیار ہے جیسا کہ سنن نسائی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷ پر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں دو عورتیں ایک بچہ کی دعویدار پیش ہوئیں کسی کے پاس رسمی شہادت نہ تھی - آپ نے فرمایا کہ بچے کے دو برابر ٹکڑے کر کے ہر ایک کو ایک ایک دے دیا جائے تو ایک نے یہ فیصلہ منظور کر لیا - دوسری نے کہا کہ ایسا نہ کیجئے میں اپنے دعوٰی سے دست بردار ہوتی ہوں - آپ نے یہاں شفقت مادری کو قرینہ قاطعہ قرار دے کر بچہ اس دوسری کو دے دیا - اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھ کر زلیخا کو قصوروار ٹھہرا دیا گیا - اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ رسمی شہادت کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی - پس اسلامی قانون شہادت میں عورت کی حیثیت مرد کے مقابلہ میں نصف ہے بایں شرط کہ معاملہ زنا - حدود و قصاص کا نہ ہو - دو مرد گواہ نہ ملیں - اور دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد گواہ ضرور موجود ہو - صرف عورتوں کی گواہی کافی نہیں ہوگی - جس کی بین دلیل یہ ہے کہ سورۃ بقرہ کی اس آیت کریمہ کے سوا جس میں عورت کی گواہی کا ذکر ہے جہاں بھی شہادت کا ذکر آیا ہے وہاں دو مرد گواہوں کا ذکر ہے سورہ مائدہ میں فرمایا یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَہَادَۃُ بَیْنِکُمْ إِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّۃِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ یہاں اثنان - ذوا عدل اور منکم اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ دو مرد ہوں - سورہ طلاق میں فرمایا فَإِذَا بَلَغْنَ اَجَلَہُنَّ فَاَمْسِکُوْہُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْہُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْہِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ یہاں

بھی ذوی عدل اور منکم کا تقاضا ہے کہ گواہ دو مرد ہوں ۔ اگرچہ فقہاء نے وصیت اور طلاق میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی گواہی کو قبول کیا ہے ۔ لیکن بات ہے اصل ذمہ داری کی وہ مرد کی ہی ہے عورت کی حیثیت صرف بدل کی ہے اسی طرح احادیث میں بھی شہادت کی اصل ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے ۔ نکاح کے بارے میں فرمایا "لا یجوز النکاح بغیر شاہدین" طلاق کے بارے میں بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۹ پر ہے طلاق السنۃ ان یطلقہا طاہرا من غیر جماع ویشہد شاہدین (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۶۲) اور صفحہ ۳۶۷ پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لین دین کے تنازع میں مدعی سے فرمایا شاہداک او یمینہ ۔ قتل کے بارے میں سنن نسائی جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ پر ہے کہ محیصہ اصغر کے قتل کے مقدمہ میں اس کے وارثوں سے فرمایا اقم شاہدین علی من قتلہ ادفعہ الیکم ۔ اسی طرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۶۳ پر عام قاعدہ مذکور ہے لم یقض الا لشاہدین ۔

قرآن وسنت کی ان تصریحات کی موجودگی میں یہ کہنا کہ اسلامی قانون شہادت میں عورت کی حیثیت مرد کے برابر ہے قطعاً غلط ہے ۔ بلکہ صحیح صورتحال یہ ہے کہ عام حالات میں شہادت کا نصاب زنا میں صرف چار مرد ۔ عورت کی شہادت قبول نہیں : باقی حدود اور قصاص میں صرف دو مرد ۔ عورت کی شہادت بدل نہیں ۔ باقی امور میں دو مرد اگر دو مرد نہ میسر ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں یعنی اس صورت میں عورت کی شہادت بدل کے طور پر دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں بایں شرط کہ ایک مرد ان کے ساتھ ضرور ہو ۔

ھذا ما عندی وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

نوری صاحب :

عورت کی شہادت کے سلسلے میں بہت سی آیات پیش کی جاتی ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیات اس سلسلہ میں مفید ہیں جن کو کہ میں نے کہیں مذکور نہیں دیکھا

سورۃ زخرف میں ارشاد ہے: اَوَ مَنْ یُّنَشَّاُ فِی الْحِلْیَۃِ وَھُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ۔
یعنی یہ جو آرام و آسائش میں پلتا ہے بیان میں وہ کمزور ہوتا ہے۔ اس آیت میں اس طرف اشارہ
کیا گیا ہے کہ عورت اپنا مافی الضمیر بیان کرنے میں اور بحث مباحثے میں فطرتاً کچھ کمزور ہے۔
یہ آیت چونکہ عام طور پر ذکر نہیں ہوئی۔ یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے کہ اس آیت میں عورت
کی نفسیات اور بعض جسمانی مجبوریوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مثلاً میرے پاس یہ
ایک کتاب ہے Feminine Psychology : Karen Horney کی ہے۔ یہ ایک
عورت تھی Sigmond Freud کی شاگرد تھی اس نے Psychology پر بہت کام کیا ہے۔
اس نے جو لکھا ہے اس سے پہلے میں آپ کو حضورؐ کا ایک ارشاد ذکر کروں۔ ولا یقضی
القاضی وھو غضبان یعنی کہ قاضی فیصلہ نہ کرے جب کہ وہ غصے میں ہو اسی
طریقے سے اگر گواہ کے مزاج میں کوئی گڑبڑی ہے یا اس کی طبیعت میں غصہ بھرا ہوا ہے تو
ظاہر ہے اس کی گواہی بھی مناسب نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ... عورت کے ایام
کے دنوں میں اس کی طبعی حالت کے بارے میں لکھتی ہے۔

More over the hormone effects measureable changes in the blood. pressure. Metalolism and temprature. (P. 101)

یعنی بلڈ پریشر، جسمانی کارکردگی اور جسمانی حرارت میں فرق پیدا ہو جاتا ہے

In view of the action of these we speak of the great rythemic cycle in the life of women, the biological meaning of which is monthly preparation for process of procreation. Care Houses.

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس دوران میں ... اور کھچاوٹ اور طبیعت میں انقباض
ہوتا ہے۔ یہ ایک قدرتی امر ہے۔ اب اس پوری کتاب کو تو میں بیان نہیں کر سکتا لیکن اس
نے یہ بھی کہا ہے کہ عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو اس وقت بھی اسی قسم کی کیفیت اس پر
طاری ہوتی ہے اس صورت میں اگر عورت گواہی دے تو ظاہر ہے کہ مزاج اگر درست
نہ ہوگا تو گواہی اتنی اچھی نہ دے گی۔ یہ دراصل قرآن کا اعجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس
آیت میں اس بات کو ذکر تو نہیں کیا لیکن اشارہ کیا ہے۔ ان وجوہات سے عدالت میں
بحث کے دوران میں مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام نے عورت
کو گرا دیا ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے عورت کو بہت بلند مرتبہ عطا کیا ہے بلکہ P.1.7

کا درجہ دے رکھا ہے۔ ایک تو ابھی جو مولانا نے فرمایا کہ گواہی کے لیے پردہ دار خاتون کو عدالت میں نہیں بلایا جا سکتا بلکہ قاضی یا اس کا ایجنٹ وہاں جا کے اس کی گواہی لے گا۔ میں ایک قصہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک مرد نے لڑکی بن کر ایک انصاری کے گھر رہنا شروع کر دیا اور سوتے میں اس کی لڑکی پر قابو پالیا لڑکی نے اس کو چھری سے قتل کر دیا تو اس کے بعد وہ بچہ بھی پیدا ہوا جب اسی واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو پہنچی کہ اس لڑکی نے قتل کیا ہے تو وہ خود گئے اور اس لڑکی کو عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ قرار دیا۔ اور خاموشی کے ساتھ اس کے گھر گئے اور اس کے باپ سے گفتگو کی کہ میں اس لڑکی سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اس سے بات کی اور جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ لڑکی بے قصور ہے اور قصوروار شخص وہ ہے جو قتل ہو گیا ہے۔ تو آپ نے کیا کیا۔ اس کو کوئی سزا نہیں بلکہ اس کو دعا دی۔ یہ واقعہ ازالۃ الخفا میں بیان ہوا ہے۔ یہ اردو ترجمہ میں ہے جلد چہارم صفحہ ۲۱۷ سے ۲۱۹ مطبع نور محمد۔ پھر دیکھئے کہ بخاری کی حدیث صحیح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایک مرد کسی ایسی جگہ جھانکے جہاں عورتیں رہتی ہوں۔ اور وہ کوئی مکان میں سے چھڑی اس کی آنکھ میں چبھو دے اور اس کی آنکھ ضائع ہو جائے تو اس کا کوئی دعوٰی نہیں ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیں کہ ایک عورت کو اللہ تعالیٰ نے کتنی وقعت دی ہے۔ کیونکہ جہاں مرد بیٹھے ہوں وہاں جھانکنے سے آپ کسی کی آنکھ نہیں پھوڑ سکتے۔ بلکہ ابن جوزی نے ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ خلافت عباسیہ کے دور میں ایک ترک کسی عورت کے گھر جھانکا کرتا تھا اس عورت نے اپنے خاوند سے ذکر کیا تو خاوند نے کہا کہ اچھا تم ایسا کرو کہ اسے اطلاع دو اور کوئی پرچہ وغیرہ بھیجو کہ وہ یہاں آئے۔ تو پھر ہم اس کو دیکھیں گے تو عورت نے پرچہ بھیجا کہ تم رات کو دس بجے آنا اس طرح دن میں جھانکنے سے میں بدنام ہوتی ہوں۔ جب اس کو پرچہ ملا وہ رات کو دس بجے آیا میاں بیوی دونوں کھڑے ہوئے تھے اور وہاں ایک گڑھا کھودا ہوا تھا۔ میاں نے دھکا دے کے اسے گڑھے میں ڈال دیا۔ اور وہیں اس کو دفن کر دیا۔ جب بادشاہ کو اس کا پتہ چلا تو اس نے اس کے خاوند کو بلایا جب خاوند نے سارا ماجرا سنایا تو بادشاہ نے اس کو چھوڑ دیا اور

کہا آپ اس کا ذکر کسی سے نہ کریں۔ اور میاں یا بیوی کسی کو کوئی سزا نہ دی۔

صلح حدیبیہ کے دوران معاہدہ طے ہونے کے بعد حضرت ابو جندل آئے لیکن انہیں بروئے معاہدہ واپس کر دیا گیا لیکن عین اسی وقت ایک عورت بھاگ کر آگئی اور اس نے کہا کہ میرا خاوند کافر ہے لیکن میں مسلمان ہوں تو اس کو واپس نہیں کیا گیا ہے۔ یہ فوقیت اسلام نے عورت کو دی ہے۔ لیکن گواہی میں جو کمزوری تھی وہ تو میں نے آپ سے ذکر کر دی ہے اب بعض ماڈرن حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مظلوم عورت سے زیادتی ہو تو چار گواہ نہیں آسکتے اور اس کی مظلومیت دور نہیں ہو سکتی اور ظالم کے خلاف کوئی ایکشن نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ایسا نہیں ہے۔ اس کی میں مثال دیتا ہوں۔ نسائی اور الطرق الحکمیہ میں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں آپ دیکھ لیں۔ میں مختصر عرض کروں گا صبح کے وقت عورتیں اندھیرے ہی میں نماز کے لیے جاتی تھیں۔ وہاں ایک عورت جا رہی تھی تو کسی شخص نے اس سے زیادتی کی۔ اب پیچھے سے کوئی اور شخص آگیا تو اس نے اس سے کہا دیکھئے مجھ سے زیادتی ہوئی ہے۔ اور وہ آدمی اس طرف بھاگ گیا ہے۔ وہ بھی بھاگا اس کو پکڑنے کے لیے اتنے میں اور نمازی آگئے تو عورت نے کہا کہ اس طرف بھاگ گیا ہے وہ ادھر دوڑے تو انہوں نے دوسرے آدمی کو پکڑ لیا۔ جب پکڑ کے لے آئے تو اس وقت اندھیرا تھا اور کچھ عورت ویسے ہی بدحواس تھی۔ اس نے کہہ دیا کہ یہی آدمی ہے۔ چونکہ قرائن بھی تھے اور صاف ظاہر تھا کہ یہ بات گھڑ نہیں رہی تھی تو اس ایک عورت کی گواہی پر حضور نے اس آدمی کو رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ لیکن جب سنگساری کا حکم دے دیا گیا تو اصل مجرم نے اعتراف کر لیا۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور اصل کو پکڑ لیا۔ اب روایات میں اختلاف ہے کہ دوسرا جو پکڑا گیا اس کو کیا سزا دی گئی۔ آیا اس کے لیے وہی سنگساری کی سزا رکھی گئی یا اسے معاف کر دیا گیا۔

<u>ہاشمی صاحب</u>: اس کو سنگسار کیا گیا۔ روایات میں یہ بات ملتی ہے۔

<u>نوری صاحب</u>: نہیں بعض روایات میں اسے چھوڑ دینے کا بھی ذکر ہے۔ ایک

واقعہ اس قسم کا بیان کرتا ہوں - یہ بھی ابوداؤد کا واقعہ ہے - ایک نوجوان آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے فلاں عورت سے برا کام کیا ہے - میں تسلیم کرتا ہوں اور مجھے سزا دی جائے - آپ نے عورت کو بلوا کر اس سے دریافت کیا - عورت نے کہا بالکل غلط ہے - یہ جھوٹ بولتا ہے اب یہ نہیں ہوا کہ عورت کی گواہی چونکہ آدھی ہے اس لیے اس کی بات قبول نہیں آپ نے اس عورت کی شہادت قبول فرمائی - اسے چھوڑ دیا - اور نوجوان کو اس کے اعتراف کی بنا پر سزا دی گئی -

میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ اسلام کے قانون شہادت میں عورت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور اگر اس پر ظلم ہو جائے تو مداوا ممکن نہیں، جہاں اس پر زیادتی ہو وہاں اسے سزا مردوں سے بھی زیادہ کا درجہ دے دیا گیا ہے - عورت کے ساتھ اسلام میں انصاف نہ ہو یہ تو کوئی بات نہیں - یہ ایک میرے پاس کتاب ہے، اس کا نام ہے -

خاتون رپورٹر : (ہاشمی صاحب سے)
آپ عورت کی شہادت کے سلسلہ میں اپنا نقطۂ نظر بیان فرما دیں ہمیں ایک اور جگہ بھی جانا ہے

ہاشمی صاحب: طرابلسی نے معین الحکام میں ایک جزئیہ بیان کیا ہے اور وہ ایسا جزئیہ ہے کہ اس پر ہم موجودہ حالات میں غور کر کے قیاس کر سکتے ہیں - انہوں نے لکھا ہے کہ اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے کہ اس میں سارے گواہ فاسق ہوں - اور عدالت محسوس کرے کہ اگر ان فاسق گواہوں کی گواہی پر فیصلہ نہ کیا گیا تو حقوق ضائع ہو جائیں گے - ایسی صورت میں ناگزیر حالات میں کثیر تعداد میں فاسقوں کی گواہی پر قاضی فیصلہ کر سکتا ہے - بہرصورت احکام میں، میری ذاتی رائے یہ ہے کہ شریعت نے ہر موقعہ پر تیسیر (آسانی) پیدا کی ہے - یہ شریعت کا اصول ہے تو ایسے حالات میں حاکم کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے فیصلہ عورت کی گواہی کی بنیاد پر کر دے - باقی عام جو اصول ہے وہ وہی ہے جو قرآن نے بتلایا ہے کہ معاملات میں اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں - چونکہ ابھی بحث جاری ہے صحیح صورت حال آپ کے سامنے آجائے گی -

نوری صاحب: اس سلسلے میں آپ کی تائید میں عرض کرونگا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ایک واقعہ موجود ہے۔ کہ ایک بچہ کچلا گیا تھا۔ دس عورتوں نے وہاں شہادت دی تو آپ نے مجرم کو سزا دلوائی تھی۔ چونکہ وہاں پہ کوئی مرد نہیں تھا اس لیے صرف عورتوں کی گواہی قبول کی گئی۔ ایک واقعہ ابن حزم نے بھی دیا ہے کہ حضرت ام سلمہ ام المؤمنین نے کسی مکان کی فروختگی کے سلسلے میں گواہی دی تھی۔ ان کی گواہی کے مطابق حضرت امیر معاویہ نے فیصلہ فرمادیا اور حضرت امیر معاویہ نے ان کی گواہی قبول کی۔

ایک بات یاد رکھنی چاہیئے کہ بعض عورتیں کہتی ہیں کہ ہماری گواہی نصف ہے لیکن ایک بات یاد رکھیئے کہ ایک نیک عورت کی گواہی نصف تو ہے لیکن ہزار فاسق مردوں سے بہتر ہے۔ اس طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا۔

مولانا لطیف صاحب: (نوری صاحب) سے

آپ نے جو مصنف ابن ابی شیبہ کا حوالہ دیا ہے وہ کون سا صفحہ اور کون سی جلد ہے؟

نوری صاحب: یہ مخطوطے کے آخری صفحات میں جہاں دیت کا تذکرہ ہے۔ یہ مخطوطہ ہے۔ ابھی چھپی نہیں۔

ہاشمی صاحب: گویا آپ کا موقف وہی جمہور والا ہے۔

نوری صاحب: جی ہاں بعض مستثنیات کے ساتھ۔ بنیادی طور پر یہ بلینز ہے۔ اگر قرآئن اور عورت کی گواہی مل کر مبین ہو جائے تو وہ قابل قبول ہے۔

مولانا لطیف صاحب: یہ تو قرآئن کی بات ہے کہ عام حالات میں آپ کی رائے کیا ہے؟

نوری صاحب: عام حالات کے متعلق تو میں نے عرض کر دیا کہ وہ قرآن کے مطابق ہوگی۔ میں نے جو آیت پڑھی تھی اس میں ہے کہ عورت میں جسمانی اور نفسیاتی لحاظ سے کمزوری ہے۔

حافظ غلام حسین صاحب: سوال جو تھا وہ یہ تھا کہ آیا مالی معاملات میں اور حدود کے معاملات یا جراحات میں عورت کی گواہی کا کوئی فرق ہے یا نہیں؟

نوری صاحب: عام معاملات میں تو اس کی گواہی نصف ہی ہوگی۔ میں کہہ چکا ہوں لیکن خاص استثنائی حالات میں اس کی بات مانی جائے گی۔

مولانا لطیف صاحب: یہ تو الگ بات ہے

مولانا فضل الرحمن صاحب: الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین۔

صدر گرامی! خاص گفتگو ہو چکی میں بغیر کسی تمہید کے ڈائریکٹ موضوع کی طرف آتا ہوں۔ آج کل ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ چودہ سو سال پہلے کے دور سے بہت مختلف ہے۔ اس دور میں عورت کی جو حیثیت تھی۔ اس کا آپ بزرگوں نے تذکرہ کیا۔ بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ جہالت کے زمانے میں عورت کو کچھ بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ دو ہی لفظوں میں آپ نے بات کو ختم کر دیا۔ پھر اسلام نے عورت کو بڑی عزت دی میں سمجھتا ہوں کہ مساوات اور برابری کا جو اصول ہے وہ قرآن میں بیان کر دیا گیا ہے ھن لباس لکم وانتم لباس لھن۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اب دیکھئے کہ لباس سے بڑھ کر انسان کے قریب ترین اور کیا چیز ہوتی ہے تن کو ڈھانپتا ہے سردی گرمی سے بچاتا ہے۔ کوئی عیب ہو اس کو چھپاتا ہے۔ مرد کو عورت کا لباس بتایا اور عورت کو مرد کو لباس بتایا۔ تو اس سے بڑھ کر اور برابری کیا ہو سکتی ہے در حقیقت ہم آج کل غلو کا شکار ہیں۔ ایک ہماری عورت جو مغرب زدہ ہو چکی ہے مغربی تعلیم اور تہذیب کا اثر بہت بڑھ چکا ہے۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن وسنت کی طرف نہیں دیکھتی ہیں کہ مغرب میں عورت مرد کے شانہ بشانہ دفتروں میں کام کرتی ہے کھیلوں کے میدان میں برابر حصہ لیتی ہے خلا میں جلنخر بلند ہوتا ہے تو اس میں بھی سوار ہوتی ہے۔ وہ اب ایسی بات ماننے کے لیے تیار نہیں کہ میری جسمانی ساخت کی

بنا پر میرا ذہن بھی کمزور رہے میں کہتی ہوں کہ مقابلہ کرلو۔ ویسے آج کل حساب لگا کر دیکھا جائے اعداد و شمار کے لحاظ سے مرد ایک میل جتنی دیر میں دوڑتا ہے اب عورت بھی اس کے بالکل قریب آگئی ہے بڑا معمولی فرق رہ گیا ہے۔ اب تو وہاں سے یہ خیال ہمارے ہاں آگیا ہے۔ ہماری بھی پڑھی لکھی عورتیں اب یہ کہتی ہیں کہ ہم برابر ہیں۔ اس وقت عورت جو تھی وہ پسی ہوئی تھی اور اس وقت کی عورت کو کوئی کچھ سمجھتا ہی نہ تھی۔ یہ تو اسلام عورت کو باہر لے آیا۔ اسلام نے عورت کی صلاحیتوں کی پرورش کی۔ رہنمائی کی لہذا اب یہ جو بات آپ کہتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں اور ایک گواہی ہو۔ یہ بات ہم نہیں سمجھ سکتیں۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں اور ایک حدیث بھی آپ سنا دیتے ہیں کہ حضور اکرم نے ہمیں ناقص العقل فرمایا ہے اور ناقص الدین کہا۔ اور جب وجہ پوچھی گئی تو آپ نے یہی فرمایا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر قرار دی گئی۔ نماز ان دنوں میں نہیں پڑھ سکتی یہ دین کا نقص ہوا اور وہ عقل کا نقص ہوا۔ یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن یہ نقص ہمارا اپنا پیدا کردہ ہے یا اللہ نے پیدا کیا ہے جب اللہ کا پیدا کردہ ہے تو قابل گرفت نہیں۔ کیا جب ہم نمازیں نہیں پڑھیں تو ہمارے اجر میں کوئی فرق پڑتا ہے۔ جب روزہ ہم نہیں رکھتیں تو بعد میں ہم قضا کر لیتی ہیں کیا اس کا ثواب برابر نہیں ہو جاتا۔ اس طرح یہ کیا انصاف ہوا کہ آپ اس قسم کا عیب ہمیں لگاتے ہیں وغیرہ وغیرہ تو میں سمجھتی ہوں کہ اگر ہم آیت کی طرف دھیان دیں تو آیت ہے ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخریٰ۔ کہ اگر دو مردوں کی گواہی میسر نہیں آتی تو گواہی کے طور پر ایک مرد اور دو عورتیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اذا تداینتم بدین۔ کاروبار کی بات ہے اور عورت کو کاروبار کی کیا پڑی ہے عورت تو کاروبار میں شمولیت ہی نہیں کرتی لیکن آج کل کے زمانے میں عورتیں بڑے بڑے سٹور چلاتی ہیں کئی ملکوں کی تو وہ منسٹر ہیں۔ بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں عورتیں باقاعدہ مردوں سے زیادہ کام کرتی ہیں۔ عورتیں اتنی بڑی بڑی مشینیں چلاتی ہیں کہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اب حال یہ ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر

ہے تو اس بات کو ہمیں عورتوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ ان کو قائل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ قرآن ابدی کتاب ہے سنت ہی اصل بات ہے۔ جو آدمی ان دونوں کو چھوڑے گا وہ گمراہ ہوگا۔ اور جو ان دونوں پر عمل کرے گا کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔ یہ موطا امام مالک کی روایت ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ لیکن پڑھی لکھی عورت کو سمجھایا جائے کہ بی بی! جس حدیث میں نہیں یہ کہا گیا ہے کہ تم ناقص العقل ہو اور ناقصات الدین ہو اسی حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ ناقصات العقل والدین عقل والوں اور دین والوں پر غالب آجاتی ہیں۔ اس میں یہ بھی تو دیکھا جائے کہ نبی کریم نے اپنی ازواج مطہرات سے کیا سلوک کیا۔ کیا انہیں کمتر سمجھا؟ اللہ کے نبی نے تو ماں کے قدموں کے نیچے جنت رکھ دی بیٹی اور بہن کو کیا مقام دیا؟ تم تو بڑی عزت والی ہو اسی لیے تمہیں گھروں میں رکھتے ہیں۔ خود جا کر بازار میں کام کرتے ہیں تمہیں بازاروں کی زینت نہیں بننے دیتے۔ ان کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو جہاں عورت کی مانگ کم ہو جاتی ہے وہاں عورت فیشن زیادہ کرنے لگتی ہے۔ عورت گھر سے باہر نکلتی ہے۔ یورپ میں عورت کی مانگ کم ہے۔ اس وقت امریکہ میں ہر دوسری شادی کا نتیجہ طلاق ہے۔ کیوں طلاق ہے وہاں عورت بھی کام کرتی ہے اور مرد بھی۔ دونوں صبح کام پر جاتے ہیں اور شام کو واپس آتے ہیں وہ کہتی ہے کہ تم کھانا پکاؤ وہ کہتا ہے تم پکاؤ۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ ہوٹل میں چلے جاتے ہیں۔ وہ گپ شپ کے بعد واپس آجاتے ہیں مشین کی طرح وہ چل رہے ہیں۔ بچوں کی تربیت کا انہیں وقت نہیں ملتا تو وہاں ماں کیئر ہاؤس میں بچوں کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ امریکہ میں اس قسم کے بہت سے کیئر ہاؤس CHILE H - - E اور جگہیں ہیں جہاں وہ بچوں کو چھوڑ کر چلی جاتی ہیں اور شام کو واپس لاتی ہیں۔ وہاں اصل میں بنیادی طور پر مرد اور عورت کی زندگی ایک دوسرے کو سکون مہیا نہیں کرتی حالانکہ عورت کی تخلیق کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ مرد کو سکون مہیا کرے۔

وَجَعَلَ بَيْنَهُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۔ ان دونوں کے درمیان محبت

پیدا کردی تقسیم کار کے اصول کے مطابق مرد باہر جا کر کام کرتا ہے اور عورت گھر کا کام کرتی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو عورتیں کام بھی کرتی ہیں اور گھر کی دیکھ بھال بھی انکی ڈبل شفٹ لگتی ہے۔ اور حقیقتاً وہ مرد سے بہت زیادہ کام کرتی ہے۔ دوسرا بچوں کو جننا، یہ مرد کے بس کی بات نہیں۔ بچوں کو نہلانا، دھلانا بچوں کی ٹٹی پیشاب اور ان کو دودھ پلانا یہ مرد کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس لیے والدین کا ذکر کرتے ہوئے والدہ کا ذکر زیادہ کیا۔ اس لیے جب نبی کریمؐ سے سوال کیا جاتا ہے کہ میں سب سے زیادہ حسن سلوک کس کے ساتھ کروں تو آپ تین بار ارشاد فرماتے ہیں کہ والدہ سے۔ عورت کو آپ نے بتانا ہے کہ اس کا مقام بہت اونچا ہے۔ ہماری زندگی میں قانون کی اور کچہری کی ایک تاریخ ہے۔ اس تاریخ کو جا کے دیکھیں کہ کتنی مرتبہ عورت وہاں گواہ کے طور پر پیش ہوئی۔ بہت کم۔ بہت ہی کم۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں جو بڑی حکمت ہے وہ یہ کہ عورت کو اس کام میں ملوث ہی نہ کیا جائے اسی لیے عورت کی اس معاملے میں حوصلہ افزائی نہیں کی گئی کہ تیرا کام نہیں ہے کہ تو عدالتوں میں گواہی دیتی پھرے۔ ججوں کے سامنے کھڑی ہو اور عدالتوں میں بیہودہ قسم کے جو سوالات ہوتے ہیں ان کا جواب دے یہ تو عورت اور اس کی عصمت کا تحفظ ہے۔

یہ روایت جو ابھی نوری صاحب نے بیان کی۔ آپ نے دیکھا کہ جب نبی کریمؐ نے محسوس کیا کہ ایک عورت کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو چار گواہوں والی شرط اٹھا لی اور ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ دیا۔ چونکہ وہاں ایک عورت لوٹی گئی تھی۔ اب اگر گواہوں کو دیکھا جاتا تو حق مارا جاتا۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ قرآن کی موجودگی میں ایک عورت کی گواہی بھی قابل قبول ہے۔ آیت کا عموم یہ ہے کہ گواہی تو ایک ہی عورت کی ہوگی یہ نہیں کہ آدھی تو ایک عورت دے گی اور آدھی دوسری یہ بھی نہیں ہے .... کہ ایک سے گواہی لے لی جائے گی اور دوسری سے تذکیہ کرایا جائیگا فتح الباری ص ۲۶۷ میں ہے کہ امام شافعیؒ کی والدہ ماجدہ نے گواہی دی۔ جب وہ گواہی دے چکیں۔ تو قاضی صاحب نے ان کی طرف دیکھا اور پھر دوسری عورت سے پوچھنے لگے تو امام شافعی کی والدہ نے فرمایا تم ایسا نہیں کر سکتے کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰاهُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰاهُمَا الاخریٰ تو یہ اصل نکتے کی

بات ہے۔ نکتے کی بات یہ ہے کہ دوسری عورت کو اس لیے ساتھ رکھا گیا ہے۔ کہ بی بی ! یہ تو تمہاری عزت ہے۔ اگر دو مرد گواہ ہوں اور ایک مرد گواہی دے تو دوسرا اس کو بیچ میں لقمہ دینا چاہے تو قاضی اس کو روک دے گا کہ اس کو یاد مت دلاؤ۔ وہ اسے اتنی اجازت بھی نہیں دیتا کہ اسے یاد دلایا جائے۔ دیکھو بیٹی ! تجھ پر اللہ نے کتنی مہربانی فرمائی ہے۔ کہ تجھے قاضی کی عدالت میں بھی اجازت دی ہے کہ تم میں سے کسی کو نسیان ہوتا ہے۔ تو دوسری اس کو بتادے کہ نہیں بات اس طرح ہے۔ جو اس کو موقعہ دیا کہ جو کچھ کہنا ہے کہہ لو۔ آج کی عورت کو یہ بات سمجھانے والی ہے۔ جب آپ آج کی عورت کو اس نقطہ نظر سے بات سمجھائیں گے تو بات آسان ہو جائے گی۔ اور ان کو احساس کمتری بھی نہیں رہے گا

اور انشاء اللہ بات آگے چلے گی تو اور بھی کوئی بات اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈالے سر دست میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

جناب خورشید النساء صاحبہ: میں ان تمام حضرات جنہوں نے ابھی تک گفتگو کی ہے ان کی تائید کرتی ہوں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ پڑھی لکھی عورتیں برابری کا دعویٰ کرتی ہیں میں سمجھتی ہوں کہ وہ پڑھی لکھی عورتیں جنہوں نے مغربی تہذیب کی انتہا کو پالیا ہے اور اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں وہ اپنی توہین سمجھتی ہیں حالانکہ یہ ہماری عزت ہے، اگر انہیں اسلام کا پتہ ہو تو میں سمجھتی ہوں کہ کاروباری معاملہ میں ایک کی بجائے دو عورتیں گواہ ہونا بھی ہماری عزت ہے۔ کاروبار کا کام ایسا ہے کہ جسے صرف مرد ہی سمجھ سکتا ہے عورتیں نہیں سمجھ سکتیں اگرچہ آج کل عورتیں یہ دعویٰ کرتی ہیں مگر چونکہ یہ کام ان کی طبعی افتاد سے مناسبت نہیں رکھتا

اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر کہیں ایسا ہو جائے تو پھر ایک کی بجائے دو عورتیں ہوں یہ بھی ہماری عزت ہے۔ باقی یہ جو کمزوریاں ہیں عورت ہونے کے ناطے سے میں خود مانتی ہوں۔ عورت گھر کی مصروفیات کے ہوتے ہوئے کچہری جا کر گواہی کیسے دے سکتی ہے جب کہ اگر وہ گھر کا کام کرے تو چوبیس گھنٹوں میں ایک منٹ بچانا بھی محال ہے۔ اگرچہ امتحان میں عورت فرسٹ آجاتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ لڑکوں سے بہت عقلمند ہو گئی ہے بلکہ اس کو تو کوئی اور کام ہی نہیں ہوتا جب کہ لڑکوں کو بہت سے باہر کے اور گھر کے کام کرنے ہوتے ہیں۔ فی الحقیقت اگر عورت صرف اپنے پہ نظر رکھے تو یہ ماننے سے انکار نہیں کرے گی کہ

یہ جو ایک مرد کی گواہی کے مقابلے میں دو عورتیں رکھی گئی ہیں اس میں عورت کا بھلا ہے۔ میں تو کہوں گی تین بھی بے کار ہیں بلکہ کہنا یہ چاہیئے کہ یہ کاروباری سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں گواہی کے قابل بنا کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔

لیکن عورتوں کے مخصوص معاملات میں جیسا کہ نبی کریم نے عتبہ بن حارث کے معاملہ رضاعت میں ایک لونڈی کی گواہی پر ام یحییٰ کے درمیان جدائی کروا دی تھی۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر قرائن موجود ہوں یا ایسے معاملات جو مخصوص بزناں ہوں تو ان میں ایک عورت کی گواہی معتبر ہے جیسے کہ مرد اور منہ اندھیرے جانے والی عورت کے معاملہ میں ابھی یہاں بیان ہوا ہے عدالت میں قسم قسم کے لوگ ہوتے ہیں اکیلی عورت وہاں جا بھی نہیں سکتی۔ عورت کی نفسیات یہ ہے کہ وہ سہارا ڈھونڈھتی ہے اس لیے شریعت نے اسے اس کی نفسیاتی ضرورت کے تحت اس معاملہ میں اس کی ہم جنس کا سہارا مہیا کیا ہے۔ جو عورتیں برابری کا دعویٰ کرتی ہیں میں ان سے پوچھتی ہوں کہ کیا وہ اس حقیقت سے انکار کر سکتی ہیں۔ کیا وہ رات کو پہرہ دینے کی صلاحیت اپنے اندر پاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے قانون اور حقوق بنائے ہیں اور مردوں کے الگ قانون اور حقوق بنائے ہیں ہمارے قانون اور حقوق ہماری ساخت کے اعتبار سے ہیں اور مرد کے اس کی ساخت کے مطابق اس میں کسی توہین کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

<u>مولانا فضل الرحمٰن صاحب</u>: میری بہن! میں اپنی طرف سے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے بڑے اچھے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ ہمیں آپ کی باتیں سن کر دلی مسرت ہوئی ہے۔ لیکن درحقیقت آپ جیسی بہن بیٹیاں جو ہیں یہ جو مسئلہ اٹھایا گیا ہے ان کی طرف سے نہیں اٹھایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں دین کا طالب ہونے کے ساتھ دنیادار بھی ہوں۔ اور دنیا کافی دیکھنے کا موقعہ ملا۔ سیر و سیاحت کا بھی اتفاق ہوا۔ مغربی معاشرے میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ لہٰذا میرے لیے یہاں اور وہاں کا موازنہ کرنا آسان ہے۔

بہن! بات آپ کی نہیں بات تو ان کی ہے جو گھروں میں کام کرنا ہی نہیں چاہتیں۔ جو دفتروں میں آنا چاہتی ہیں۔ بات وہ کرتی ہے جو چاہتی ہیں کہ پردہ وردہ اتار پھینکا جائے۔

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں مبلغ اور مبلغہ کی حیثیت سے لوگوں کے ذہنوں کو صاف کرنا چاہیئے۔ الجھاؤ کو سلجھانا ہے۔ یہ مذاکرہ اسی لیے منعقد ہوا ہے کہ لوگوں

کو بتایا جائے کہ یہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ ایک طرف کہا جا رہا ہے کہ یہ مولوی اور علماء عورت کو کوئی حیثیت ہی نہیں دے رہے۔ لیکن سمجھانا ان کو یہ ہے کہ جو مولوی یا عالم اپنے پاس سے کوئی بات کرے۔ اس کو تو پکڑ لو۔ اور اگر وہ اللہ و رسول کا حکم سنائے تو وہ سنو۔ مؤثر بات وہی ہو سکتی ہے جو اچھے انداز میں کی جائے۔ بات کرنے میں بھی فرق ہوتا ہے سمجھنے سمجھانے میں فرق ہوتا ہے۔ لیکن بات اللہ اور اس کے نبی کی غلط نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنے میدان میں اپنی بہنوں کو اسی طرح تیار کیجیے اور ہم اپنے میدان میں ان خطوط پر کام کریں گے۔ اسی طرح اس بات کو آگے بڑھانا ہے ہم آپ کو اپنے تعاون کا پورا پورا یقین دلاتے ہیں۔

ظفر علی راجا ایڈووکیٹ: باتیں تو بہت سی ہیں جو اس موضوع پر کہی جا سکتی ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ عورت کو عدالت کے چکر میں نہ ڈالنا یہ عورت کی عزت ہے، جو اسے اسلامی معاشرے میں حاصل ہے۔ اس عزت کو برقرار رکھنا ہے۔ اصل جھگڑا یہ نہیں ہے کہ عورت گواہی میں مرد کے برابر ہونے پر اصرار کر رہی یا نہیں دیکھنا یہ ہے کہ اگر کوئی واقعہ ہو جاتا ہے اور وہاں پر کوئی مرد عادل گواہ نہیں ہے اور صرف خواتین ہی اس معاملے کو دیکھ رہی ہیں تو ...... کیا انصاف مہیا کرنے کے لیے ان خواتین کی گواہی مکمل تسلیم کی جائے گی یا نہیں؟ اس سلسلے میں جیسا کہ بحث کے دوران آیا کہ زنا کے مقدمات میں عورت کی گواہی بالکل ہی مقبول نہیں۔ لیکن ساتھ ہی ایک صاحب نے یہ فرمایا کہ دس عورتوں کی گواہی ہے کہ نبی کریمؐ نے فیصلہ فرمایا۔ علامہ زہری کا میرے پاس ایک حوالہ ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ اگر مرد نہ ہوں تو دس عورتوں کی گواہی قتل کے معاملے میں قابل قبول ہے۔ قتل کے معاملے میں بھی اور زنا کے معاملے میں بھی۔ چوری کے معاملے میں بھی عورتوں کی شہادت کی مثالیں ملتی ہیں ـــ کتابوں میں چیز موجود ہے تو کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ عورت کی گواہی ہمارے ہاں پوری ہے بشرطیکہ ضرورت ہو یہ ٹھیک ہے کہ عورت کی گواہی آدھی ہے لیکن ہر حال میں نہیں۔ اور جس آیت کریمہ کا عام طور پر حوالہ دیا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ پر اگر غور کریں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی عورت گواہی دیتے ہوئے بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔ بذات خود اس کی گواہی کو آدھا نہیں کیا گیا۔ گواہی اس کی سالم اور پوری ہی ہے۔ یہ تو ایک اسلامی عدالت میں عورت کو سہولت دی گئی ہے۔ لیکن

اس کی گواہی کو آدھا بالکل قرار نہیں دے سکتے ۔ رہا یہ کہ عورت اپنے ساتھ ایک دوسری عورت لائے یہ کوئی نئی سہولت نہیں بلکہ اسلامی عدالت تو اس سے زیادہ اس کو بہت سی سہولتیں دیتی ہے ۔ یہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ۔ مثال کے طور پر اگر عورت پردہ نشین ہے تو گواہی کیلئے اس کو عدالت میں طلب نہیں کیا جا سکتا بلکہ جج کو خود جا کر اس کی شہادت لینا پڑتی ہے ۔ اسی طرح کوئی مرد گواہی سے رجوع کرے تو اس کو سزا دی جاتی ہے لیکن اگر کوئی عورت رجوع کر لے تو اس کو کوئی سزا نہیں دی جاتی ۔ اسی طرح اگر زنا میں جھوٹی گواہی ایک مرد اور دو عورتیں دیں تو تاوان آدھا آدھا ہونے کی بجائے دو تہائی مرد پر اور ایک تہائی عورت پر ہوگا ۔ اور بھی بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن سے عورت کو سہولت دی گئی ہے ۔ یہ ایک سہولت ہے کہ وہ عورت اپنے ساتھ ایک اڈیشنل خاتون لے آئے ۔ اس سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ اس کی گواہی آدھی ہے ۔ میں تو ایک طالب علم ہوں ۔ علماء حضرات تشریف رکھتے ہیں ۔ میں چاہتا ہوں کہ اس آیت کا پوری طرح سے جائزہ لیا جائے اور اس پر خوب غور و خوض کیا جائے کہ یہ آدھی گواہی کا تصور اس آیت سے نکلتا ہے یا نہیں ؟

<u>مولانا عبداللطیف صاحب</u>: آپ کی بحث کا جہاں تک میں مطلب سمجھا ہوں وہ یہ کہ آپ چاہتے کہ دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر نہ سمجھا جائے ۔ یا یہ نہ کہا جائے کہ عورت کی گواہی آدھی ہے اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اسی آیت کریمہ میں یہ فرمایا گیا کہ دوسری عورت اس لیے رکھی گئی کہ وہ یاد دلا دے ۔ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ پر آپ غور فرمائیں ۔ اس میں یہ فرمایا گیا ہے : فان لم یکونا رجلین کہ اگر دو مرد نہ ہوں یعنی فاستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان اگر دو مرد نہ ہوں تو ان کے مقابلے میں ایک مرد اور دو عورتیں یعنی یہاں نصاب بیان کیا گیا ہے کہ شہادت کا نصاب یہ ہے کہ دو مرد ہوں اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور ایک عورت اور اگر چاہے تو وہ ایک مزید عورت کو ساتھ لے لے ۔ یہاں یہ فرمایا گیا کہ دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں .... یہ ان دو عورتوں کو ایک مرد کی جگہ رکھا گیا ہے ۔

راجا صاحب: میں ایک عرض کرتا ہوں اگر ایسی بات ہے تو بھولنے والی بات کا تذکرہ کیوں کیا گیا ہے؟

مولانا عبداللطیف صاحب: وہ تو دو عورتیں رکھنے کا ایک فائدہ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جہاں تک تعلق نصاب شہادت کا ہے وہ یہ ہے کہ دو مرد ہوں اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔ نصاب اس بات کا متقاضی ہے کہ دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں۔

حافظ غلام حسین صاحب: کہیں کہیں تو عورت کو قرآن کریم میں مرد کے برابر ٹھہرایا گیا ہے۔ مثلاً لعان میں چار مرتبہ عورت بھی کہتی ہے اور مرد بھی۔ مرد جب کہہ دیتا ہے تو اس پر حد ثابت ہو جاتی ہے اگر عورت انکار نہ کرے۔ اور جب عورت اسی طرح چار مرتبہ قسم کھا کر اس کا الزام مسترد کرتی ہے تو ثابت شدہ حد ختم ہو جاتی ہے۔ تو یہاں عورت کی بات کو بالکل مرد کے برابر ٹھہرایا گیا ہے۔

مولانا عبداللطیف صاحب: عورت کی بات کو کس کیلئے برابر ٹھہرایا گیا ہے؟ کسی حق کو ثابت کرنے کے لیے یا اپنے اوپر سے عذاب کو ٹالنے کے لیے؟

حافظ صاحب: اپنی برات کے لیے۔

مولانا عبداللطیف صاحب: یہ کسی کا حق ثابت کرنے کیلئے نہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب: ایک شخص ہے وہ الزام لگا رہا ہے کہ میری بیوی فاحشہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ وہاں بات اسی لیے برابر ٹھہرائی جائے گی کہ وہ برأت میں ہو۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ان کے ذہن میں جو اشکال پیدا ہوا ہے تو قرآن میں یوں ہوتا فرجل و أمرأتان ممن ترضون۔ بات یہیں پر ختم ہو جاتی۔ اب جو فرمایا گیا ان تضل احدٰھما یہ ہے اصل اشکال۔ علامہ شوکانیؒ نے فتح القدیر میں لکھا ہے۔ العلة من الحقیقة التذکیر۔ یہی اصل حقیقت ہے۔ اب یہ کہنے کا انداز ہے اگر آپ کہیں کہ تمہاری گواہی آدھی ہے تو وہ چخیں گی اور اگر آپ کہیں کہ تمہاری گواہی تو پوری ہے لیکن اللہ نے تم کو ایک سپورٹر عنایت کیا ہے۔

مولانا عبداللطیف صاحب: ایک منٹ جناب ۔ ایک واقعہ میں ایک مرد گواہی دیتا ہے اور ایک عورت بھی گواہی دیتی ہے اور وہ عورت بھولتی نہیں تو کیا آپ اس گواہی پر فیصلہ کر دیں گے؟

مولانا فضل الرحمٰن صاحب: یہ ضروری تو نہیں کہ وہ ضرور بھول جائے ۔ میں نے امام شافعیؒ کی والدہ کا حوالہ دیا ہے تو قاضی نے جب دوسری عورت سے پوچھنا چاہا تو انہوں نے فوراً یہ آیت پڑھی ۔ ان کا موقف یہی تھا کہ اگر میں بھولتی تو یہ دوسری بات کہتی ۔

ظفر علی راجا صاحب: میں بھی یہی عرض کر رہا تھا کہ اگر ایک عورت بالکل صحت کے ساتھ گواہی دے دے اور وہ بھولے بھی نہیں تو دوسری عورت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی ۔ وہ خاموش کھڑی رہے گی ۔ لیکن اگر اسے کہیں اختلاف ہے تو پھر وہ بیچ میں بول سکتی ہے ۔

مولانا عبداللطیف صاحب: یہ بات ایسے نہیں ہے ۔ کہ ایک مرد نے گواہی دی اور ایک عورت نے پھر دیکھا جائے کہ یہ عورت بھولی ہے یا نہیں ۔ جب تک دونوں عورتیں گواہی نہ دیں گواہی کا نصاب پورا نہ ہو گا ۔

نوری صاحب: جس وقت عورت کو گواہی کے لیے بلایا جاتا ہے تو اسے سپورٹ دی جاتی ہے ۔ سپورٹ تو اسی کو دی جاتی ہے جو کمزور ہے مرد کو کیوں نہیں ۔ چونکہ مرد میں کمزوری نہیں اس کی شہادت میں زیادہ وزن ہے اس لیے اسے سپورٹر کی ضرورت نہیں ۔ سپورٹر آپ وہاں مقرر کرتے ہیں جہاں کچھ کمزوری ہے ۔

ہاشمی صاحب: اب ذرا چوہدری محمد رفیق صاحب سے بھی سن لیں کہ ان کا نظریہ کیا ہے ۔

رفیق چوہدری صاحب: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ یہ مسئلہ جو اس وقت زیر غور ہے اس میں قرآن کی آیت پر گفتگو ہو چکی ہے ۔ .... جو حکمت بتائی ہے اس پر گفتگو ہو رہی ہے ۔ میں اس سلسلے میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ یہ کہ جہاں تک میرے مسلک کا تعلق ہے وہ تو جمہوری کا ہے ۔ اصل قانون اسلام کے اندر جو شہادت کا ہے اس میں دو مرد گواہ ہوتے ہیں اور جہاں کوئی ناگزیر حالت ہو وہاں ایک مرد اور دو عورتیں گواہ

ہوتی ہیں آیت کے الفاظ یہ ہیں : واستشهدوا شهيدين من رجالكم -
تو یہ آیت دین کے معاملے میں ہے - اس کے اندر گواہی جو ہے وہ رجال کی ہے - اور
دو گواہ ہیں یہاں پر عورتوں کو سبکدوش کر دیا گیا ہے گواہی کے بوجھ سے - مطلب یہ ہے کہ گواہی
کی اصل ذمہ داری مردوں پر ہے اس لیے نام لے کر تخصیص کر دی کہ گواہی مردوں ہی کی ہے - یہ
میں آگے چل کر عرض کروں گا کہ گواہی عورتوں کا کوئی حق نہیں ہے - ایک آدمی عدالت میں جا کر کہے
کہ مجھے گواہی کے لیے کیوں نہیں بلایا گیا تو یہ اس کا کوئی حق نہیں - یہ ایک فریضہ ہے کہ جب کوئی
شخص اپنے سامنے کوئی واقعہ دیکھے تو وہ اس کا اظہار کرے اور بیان کرے بشرطیکہ عدالت
اس کو بلائے - یہ بات بھی قرآن سے ثابت ہے کہ جب تک گواہی کے لیے نہ بلایا جائے
گواہی دینا ضروری نہیں لیکن جب عدالت اسے بلائے تو ولا يأب الشهداء
إذا ما دعوا - گواہ انکار نہ کریں جب ان کو بلایا جائے اس میں بلائے جانے کی
شرط ہے - لیکن اگر کوئی یہ چاہے کہ گواہی میرا حق ہے تو یہ بات نہ قرآن میں ہے اور نہ دنیا
کے کسی قانون میں جہاں تک حق ہونے کا مسئلہ ہے تو یہ عورت کا حق ہی نہیں کہ وہ گواہی دے -
اگر کوئی طبقہ کہتا ہے کہ آدھی گواہی ہونے سے ہمارا حق تلف ہو گیا ہے تو یہ سرے سے غلط
ہے - گواہی دینا ایک فریضہ ہے جو ایک پر عائد کیا گیا ہے اور دوسرے کو اس سے سبکدوش
کر دیا گیا ہے - یہ ایک بنیادی بات تھی جسے ابھی تک بحث میں نہیں لایا گیا تھا - جو طبقہ سبکدوش
ہوا ہے اس کو تو خوش ہونا چاہیے کہ اسے ایک بوجھ سے نجات مل گئی -

قرآن حکیم نے جو بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ فان لم یکونا رجلین الی احدهما الاخری
یہاں جو بات کہی گئی ہے وہ پہلی بات کے بعد علی سبیل التنزل - کہی گئی ہے - ایک
چیز موجود نہیں تو اس کے مداوے میں دوسری چیز ہے - ایسی صورت میں کہ دو مرد
نہیں ملتے تو پھر نصاب یہ ہے کہ ایک مرد ہو اور دو عورتیں - اگر قرآن مجید کے اندر بھی مساوات
مرد و زن کا نظریہ ہوتا تو اللہ میاں کو اتنی عربی آتی تھی کہ وہ کہہ سکتا تھا فان لم یکونا رجلین
فامراتان ممن ترضون - اگر دو مرد نہیں ہیں تو پھر دو عورتیں رکھ لو - جو حضرات مساوات کا
مفہوم اس آیت سے لیتے ہیں وہ قرآن مجید کے نظریے اور اعجاز کے خلاف اور

قرآن کی زبان کے خلاف سوچتے ہیں۔ اس جگہ پر جو بات سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اس آیت کو آیت وضو اور تیمم کیا تھ ملائیں۔ وہاں بھی یہ کہا گیا: یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ ۔۔۔ الی الکعبین یہ اس وقت ہے جب پانی ہو اور اگر پانی نہ ملے تو فتیمموا صعیدا طیبا۔ پھر تیمم کیا جائے۔ یہاں بھی بالکل وہی صورت حال ہے۔ اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں بالکل وہی قیاس اگر پانی موجود نہیں ہے تو پھر تیمم کیا جائے گا۔ لیکن یہ کیفیت پانی کے آنے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ اگر آب موجود ہے تو تیمم کی ضرورت نہیں۔ یہ مطلب ہے قرآن مجید کا کہ اگر مرد موجود ہوں تو پھر عورتوں کی ضرورت نہیں۔ یہ اُن کی حق تلفی نہیں ہے اس کو غلط سمجھ لیا گیا ہے یہ تو انکے اوپر سے ایک بار گراں ہٹایا گیا ہے گواہی ایک مشکل کام ہے ہمارے موجودہ ماحول میں دیکھیے کہ مرد بھی کسی فریق کے خلاف گواہی دیتے ہوئے ہچکچاتا ہے اور جرأت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ کوئی عورت گواہی دے جس جگہ یہ کوئی واقعہ ہو جاتا ہے مرد بھی بھاگ جاتے ہیں کہ پولیس گواہی کے لیے پکڑ نہ لے عورتیں وہاں کہاں ہمت کریں گی کہ گواہی دیں۔ تو میرا مطلب یہ ہے اصل قانون جو ہے وہ یہ ہے کہ گواہی صرف مردوں کی ہے۔ اور اگر مرد نہ ہوں تو پھر بھی صرف عورتوں کی گواہی قرآن میں نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ مرد کی شرط ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا مقصود مساوات مرد و زن کا ہوتا تو تیسری شق بھی بیان فرما دیتا کہ اگر ایک بھی مرد موجود نہ ہو تو چار عورتیں ہوں۔

ہاشمی صاحب: فقہ جعفریہ میں تو چار عورتیں ہیں اگر دو مرد نہ ہوں۔

رفیق چودھری صاحب: لیکن اللہ میاں نے تو اپنی فقہ میں یہ نہیں لکھا ہے۔

ظفر علی راجا: ابھی یہاں بات ہو رہی تھی کہ اسلامی عدالت میں صرف عورتوں کی گواہی پر فیصلے ہوئے۔

رفیق چوہدری: قرآن کے مقابلے میں اور کوئی فقہ نہیں چلتی۔

ہاشمی صاحب: آخر وہ فقہ بھی تو قرآن ہی سے مستنبط ہے۔

رفیق صاحب: ٹھیک ہے لیکن قرآن کے خلاف ہو تو اس کو مسترد کر دیا جائے

گا اگر کوئی حدیث بھی قرآن سے متعارض ہو تو اس کو نہیں مانا جائے گا اور قرآن کی منشاء پر عمل کیا جائے گا اور آپ علماء بیٹھے ہیں جب حدیث کے متعلق یہ اصول ہے تو فقہ بیچاری کا کیا مقام رہا ؟ یہ جو میں عرض کر رہا ہوں کہ قرآن نے بر سبیل تنزل کہا ہے کہ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں دوسری بات یہ کہ ایک چیز ہے کہ دین کا حکم کیا ہے ؟ ایک ہے کہ اس کی حکمت و علت کیا ہے ؟ ہماری عقل میں یہ بات آتی ہے یا نہیں کہ عورت کی گواہی کیوں آدھی ہے ؟ - ایک چیز یہ ہے کہ قرآن میں آدھی گواہی ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں علماء موجود ہیں اصول یہ ہے کہ جو آدمی مسلمان ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ الخ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ فرما دیں تو پھر کسی مؤمن مرد یا کسی مؤمن عورت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس فیصلہ میں اختلاف کرے - جہاں حکم موجود ہے اس کو پہلے ماننا پڑے گا - یہ بعد میں ہو گا کہ یہ چیز سمجھ میں آتی ہے یا نہیں - حکمت پہ مدار نہیں ہو گا حکم کے ماننے کا -

ایک بات یہ کہی گئی تھی کہ جھگڑے کی کوئی بات ہو تو عورت اپنا مافی الضمیر نہیں بیان کر سکتی وھو فی الخصام غیر مبین - اس کا ترجمہ اور تفسیر جو علماء نے کی ہے وہ ہر حال میں یہ نہیں ہے جھگڑے کے وقت تو مرد بھی اتنا ہی جذباتی ہوتا ہے جتنی کہ عورت - یہاں جو تفسیر بیان کی گئی ہے وہ کسی قدر ٹھیک نہیں خصام کا معنی زبانی جھگڑے کا نہیں بلکہ جنگ کا ہے - یہاں اصل مراد یہ ہے کہ جنگ کی حالت میں عورت کا کوئی کردار نہیں - جنگ کی صورت میں وہ لڑ نہیں سکتی - یہی جاہلیت کے زمانے میں ہوتا تھا اور یہ بات قانون کے طور نہیں کہی گئی - بلکہ یہ جاہلیت کا ایک کردار پیش کیا گیا ہے وہ کہتے تھے کہ گہنوں میں پلا ہوا آدمی جنگ میں کیا کام آئے گا - کھلونوں اور ناز و نعم میں پلنے والی عورت کا جنگ میں کوئی کردار نہیں -

مولانا عبد اللطیف صاحب : حضرت ! اگر ایسا ہوتا تو خصام کی بجائے قتال کہا جاتا -

نوری صاحب: شاہ عبد القادر اور مولانا اشرف علی تھانوی کے ترجمے کے جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں کہ قوت بیانی میں کمزور ہیں۔"

ہاشمی صاحب: خصام کا لفظ عموماً زبانی جھگڑے کے معنوں میں مستعمل ہے۔

حافظ غلام حسین صاحب: یعنی گفتگو میں جو جھگڑا ہے اس کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

رفیق چوہدری صاحب: ظفر علی راجا صاحب کی طرف سے جو باتیں کہی گئی تھیں اور مولانا (مولانا لطیف) نے یہ وضاحت کی تھی کہ دوسرے نصاب میں عورتیں دو ہیں بات ان تضل احداھما پر ہو رہی تھی۔ اس بارے میں یہ عرض ہے کہ اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ قرآن نے یہ نہ کہا کہ پہلی کو گواہ بنا لو اور...... دوسری کو مذکر بنا لو۔ بلکہ قرآن نے یہ کہا کہ جب کوئی ایک گواہی دے رہی ہو گی اور بھولے گی تو دوسری اس کو یاد دلا دے گی۔ اس میں کسی ایک کے گواہ ہونے کی تخصیص نہیں۔ دونوں کو ایک ہی وقت میں گواہ بنایا جائے گا۔ اکٹھی رہیں گی۔ ایک دوسرے سے مشورہ کر سکتی ہیں، ہم متعین نہیں کر سکتے کہ ان دونوں میں کون گواہ ہے۔ اور اگر یہ مراد لیا جائے کہ گواہ تو ایک ہی ہے دوسری صرف یاد دہانی کے لیے ہے تو یہ قرآن کے خلاف ہے۔

حافظ غلام حسین صاحب: اگر غور سے دیکھا جائے چوہدری صاحب! تو اس میں عورت کے لیے ایک رعایت ہے کہ عام حالات میں اگر مرد گواہ بھول جاتا ہے یا خطا ہو جاتا ہے تو سارا مقدمہ گڑبڑ ہو جاتا ہے۔ لیکن عورت اگر بھولتی ہے اور دوسری اس کو یاد دلا دے تو گواہی درست ہو جائے تو پھر مقدمے میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ تو یہ تو ایک رعایت ہے۔ رہا گواہی کا نصاب۔ تو قرآن میں کہیں کہیں یہ بات ملتی ہے کہ عورت کی بات مرد کے برابر ہے اور بعض میں نصف ہے۔

رفیق چوہدری صاحب: میں سمجھتا ہوں کہ لعان میں گواہی کی وہ حیثیت نہیں کہ ایک مدعی ہو، دوسرا مدعا علیہ ہو اور تیسرا گواہ ہو جو کسی کا حق ثابت کرے اپنی گواہی سے۔ لعان میں تو صرف سٹیٹمنٹ ہے۔ دونوں کے بیانات ہیں، وہ گواہی نہیں

ہے اسے اصطلاحی معنوں میں گواہی نہیں کہا جا سکتا۔

حافظ صاحب: اس بیان پر ایک اثر تو مرتب ہوتا ہے یعنی اگر ایک مرد چار مرتبہ یہ کہتا ہے تو عورت پر حد جاری ہو جاتی ہے۔ اب وہ جاری شدہ حد اس کے مخالف بیان کی صورت میں ہٹ جاتی ہے۔ اب دونوں کی بات کو قاضی برابر مان کر ان میں تفریق کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ تو جب عدالت میں مرد اور عورت کی بات کو برابر تسلیم کیا جا چکا ہے تو اس سے یہ ایک قرینہ ہے کہ بعض معاملات ایسے ہیں جن میں عورت کی بات مانی جائے گی۔ بالفرض تنہائی میں جیسا کہ ابھی بیان ہوا کہ حدود میں عورت کی بات مانی ہی نہیں جائے گی......

رفیق چوہدری صاحب: ہاں اگر مرد موجود ہوں تو نہیں مانی جائے گی۔ میرا موقف یہی ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب: بہتر یہ ہے کہ مرد سے گواہی لی جائے۔

حافظ غلام حسین صاحب: دیکھیے چار مرد تھے چار عورتیں تھیں اور چار مرد دور کھڑے دیکھ رہے تھے اور چار عورتیں بھی دور کھڑی تھیں۔ پہلے والی چار عورتیں کہتی ہیں کہ ان مردوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے وہ چار عورتیں کہتی ہیں کی زیادتی ہوئی لیکن جنکے ساتھ زیادتی ہوئی وہ بھی کہتی ہیں کہ زیادتی ہوئی لیکن مرد کہتے ہیں کہ نہیں ہوئی۔ تو آپ کیا کہیں گے؟

رفیق چوہدری صاحب: اس میں یہ کہ مرد جو کھڑے تھے......

ہاشمی صاحب: چونکہ اس وقت فریق مخالف موجود نہیں۔ یہ نہیں کہ میں انکی بات صحیح تسلیم کرتا ہوں لیکن چونکہ وہ موجود نہیں اس لیے ان کی طرف سے میں ان کے خیالات پیش کر دیتا ہوں تاکہ اس کی بھی وضاحت ہو جائے۔

عورتوں کا یہ کہنا ہے کہ اگر ہماری گواہی آدھی ہے تو قرآن نے مصلحت کیوں بیان کی؟ یا علت کیوں بیان کی ان تضل احدا ھما کی جو مصلحت قرآن نے بیان کی تو اگر یہ قرآن کا ایک حصہ ہے اور واقعتہً یہ قرآن کا جملہ ہے تو اس کو آپ نظر انداز کیوں کرتے ہیں، آپ نے رجل وامرتان کو نصاب قرار دیا.....

مولانا عبداللطیف صاحب: نصاب یہ نہیں ہے جناب۔ نصاب تو رجلین

ہے یہ تو اس کا بدل ہے۔

ہاشمی صاحب: جب قرآن حکیم ایک علت بیان کر رہا ہے ان تضل احدا ھما الخ تو آپ اس علت کو نظر انداز کیوں کرتے ہیں؟ دوسری بات کہ ایک دیہاتی آدمی ہو جو دو جملے بھی نہ بول سکے اور ایک محترمہ خورشید النساء کی طرح کی عورت ہو جو اپنا مافی الضمیر اچھی طرح بیان کر سکتی ہے۔ تو آپ اتنی پڑھی لکھی عورت کو جاہل دیہاتی سے پیچھے کیوں کر رہے ہیں؟ تیسرا اشکال ان کا یہ ہے کہ آیا شہادت اہم ہے یا حدیث کی روایت اہم ہے؟

سیدہ عائشہ صدیقہ کی روایت آپ مانتے ہیں جو شہادت سے ہزار درجے بہتر ہے جس پر حکم کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ ہزاروں مسائل کی بنیاد سیدہ عائشہ کی روایت پر ہے تو ایک عورت عائشہ ہزار مردوں سے بہتر روایت کی حامل ہے۔ تو آپ نے یہ تفریق کہاں سے لی کہ جب روایت میں عورت کا اتنا بڑا مقام ہے تو شہادت میں آپ اس کو کیوں روکتے ہیں۔ اگر ان تضل احدھما الخ کی حکمت بیان نہ کی جاتی تو آپ یہ کر سکتے تھے کہ حکماً آپ یہ نصاب وضع کرتے لیکن جب قرآن خود اس جگہ علت بیان کر رہا ہے یا حکمت بیان کر رہا ہے۔ تو پھر آپ نے اس کو نصاب کیسے بنا دیا؟ یہ اعتراض ہیں جو عورتیں کرتی ہیں اور کریں گی یہ میں نے پیش کر دیئے ہیں۔ اب آپ ان کا جواب دیں۔

رفیق چوہدری صاحب: ایک چیز ہے روایت حدیث یہ الگ چیز ہے اور ایک چیز ہے مقدمے میں گواہی دینا یہ الگ بات ہے......

ہاشمی صاحب: جناب! آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت عمر نے ابو ہریرہ کو اور بعض دیگر صحابہ کو روایت بیان کرنے پر کہا کہ گواہ پیش کرو ورنہ میں تمہیں کوڑے ماروں گا۔

نوری صاحب: روایت کرنے پر کوڑوں کی بات تو نہیں دیکھی کہیں!

حافظ صاحب: نہیں جناب! ہے۔

نوری صاحب: کوڑوں والی روایت ضعیف ہے۔

ہاشمی صاحب: میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ عورتیں پوچھتی ہیں کہ جب کہہ دیا گیا تھا کہ

واسرعوستان - تو یہ کافی تھا - بات ختم ہو جاتی - یہ ایک جملہ کیوں بڑھایا گیا ہے؟
آن تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخرٰی۔

رفیق چوہدری صاحب: ایک واقعہ ہوتا ہے عورت کے سامنے اور اس میں امہات المومنین بھی شامل ہوں - اور صحابہ کرام کی بھی ایک جماعت کھڑی ہو - قرآن جو کہہ رہا ہے واستشھدوا شھیدین من رجالکم تو اس میں ایک صحابی کو جو مرد ہے اور اس کے ساتھی کو جو مرد ہے ان کو لیں گے یا ام المومنین کو۔

ہاشمی صاحب: اس بات کو ذرا اور آگے بڑھائیے - فرض کر لیجیے کہ اس کو عائشہ صدیقہؓ نے دیکھا اور میں نے دیکھا اور گواہی کے لیے پیش ہوئے ہم کسی بھی عدالت میں تو حضرت عائشہ کی گواہی مانی جائے گی یا ہماری؟

رفیق چوہدری صاحب: قرآن حکیم کی رو سے بات تو آپ ہی کی مانی جائے گی۔

حافظ صاحب: جہاں تک عدالت کا مسئلہ ہے وہاں تو یہی ہو گا - اصل مسئلہ جو ہے نا وہ یہ ہے کہ حدود کے مقدمات میں یا زنا کی کے مقدمات میں، آپ جو کہتے ہیں کہ عورت کی گواہی مانی ہی نہیں جائے گی، یہ محل غور ہے۔

رفیق چوہدری صاحب: میری بات سے اگر یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ میں سرے سے عورت کی گواہی کو مانتا ہی نہیں تو یہ غلط فہمی ہے اس کو دور ہونا چاہیئے - ایک چیز ہے قانون کا بیان کرنا اور ایک چیز ہے اس میں استثنا کرنا - ناگزیر حالات میں کیا کیا جائے؟ ناگزیر حالات ایسے ہیں تو حلال بھی حرام ہو جاتا ہے۔

ہاشمی صاحب: میں ایک گذارش کرتا ہوں کہ آپ اس جدید اور ترقی یافتہ زمانے میں رہ رہے ہیں کہ آپ کسی مرد بازار سے بھی جا کر پوچھیں کہ ایک متقی صالح باعفت تعلیم یافتہ عورت کسی معاملے میں گواہی دے اور اس کے مقابلے میں جاہل گواہی دے جو بات کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا اور اپنے مافی الضمیر کو بھی بیان نہیں کر سکتا تو آپ ایسی صورت میں کس کی بات مانیں گے؟

رفیق چوہدری صاحب: گواہی کی اہلیت کی باقی صفات اس میں ساری موجود ہوں۔

مولانا عبداللطیف صاحب: بات یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ معاملہ کیا ہے جس میں وہ گواہی دے رہا ہے۔ آیا دینی معاملہ ہے یا کاروباری۔ اگر کوئی واقعہ ہے تو پھر تو مرد ہی کی بات مانی جائے گی اور اگر علمی معاملہ ہے تو پھر اس پڑھی لکھی عورت کی بات مانی جائے گی۔

ہاشمی صاحب: امام ابو حنیفہ کے نزدیک فقیہ صحابی، غیر فقیہ صحابی سے اعتبار حدیث میں فوقیت رکھتا ہے۔

نوری صاحب: یہ ہے فرق۔

ہاشمی صاحب: ایک صحابی ہے جو دھاگے رکھ کے سوتا ہے اور وہ بیٹھ کر ان کو دیکھتا رہتا ہے وہ سحری کھاتا رہتا ہے۔ اور ایک وہ صحابی ہے جو اس کی مصلحت کو سمجھتا ہے۔ تو ایک فقیہ صحابی کی روایت پندرہ غیر فقیہ صحابی کی روایت سے بھاری ہے حضرت عبداللہؓ ابن مسعود فقیہ صحابی ہیں ان کے مقابلے میں ترمذی میں اٹھا کے دیکھ لیجئے پندرہ غیر فقیہ صحابیوں کی رفع یدین کی روایت کو امام ابو حنیفہ نہیں مانتے۔

مولانا عبداللطیف صاحب: ٹھیک ہے مولانا یہ فقہ کے معاملہ میں ہے۔

حافظ غلام حسین: اس بات کا شہادت سے تو کوئی تعلق نہیں۔ شہادت یہ ہے کہ کوئی واقعہ یہاں پہ ہوا یہاں پہ عورتیں بھی موجود تھیں اور مرد بھی موجود تھے۔ اب اختلاف یہ ہے کہ عورتیں ایک گواہی دیتی ہیں مرد کچھ دوسری گواہی دیتے ہیں اب کس کی مان لی جائے۔

رفیق چوہدری صاحب: قرائن کو دیکھیں گے اگر قرآئن عورت کے مؤید ہیں تو اسی کی بات مان لی جائے گی اور اگر قرآئن مرد کے مؤید میں تو مرد کی مانی جائے گی۔

حافظ غلام حسین: عورت کی بات کو صرف اس لیے رد کر دینا کہ وہ عورت ہے یہ تو کوئی انصاف نہیں۔

ہاشمی صاحب: اگر ایک عورت ایک گواہی دے اور دو مرد اس کے خلاف گواہی دیں تو اگرچہ قرینہ بھی عورت کا مؤید ہو اس کی گواہی نہیں مانی جائے گی۔ کتاب

اٹھا کے دیکھ لیجیے۔

چوہدری رفیق صاحب: اگرچہ قرینہ قاطعہ ہو۔

ہاشمی صاحب: ہرگز نہیں مانی جائے گی اگرچہ قرینہ بھی موجود ہو۔ آپ فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں۔

حافظ غلام حسین: چوہدری صاحب فقہ یہی کہتی ہے جو ہاشمی صاحب فرما رہے ہیں۔

نوری صاحب: قرینہ قاطعہ کے مؤید ہونے پر بھی عورت کی بات نہیں مانی جائے گی؟

ہاشمی صاحب: میں نے قرینہ قاطعہ کی بات نہیں کی۔

حافظ غلام حسین: قرینہ قاطعہ تو خود ایک گواہی ہوتی ہے۔

مولانا عبداللطیف صاحب: قرینہ قاطعہ تو بلا گواہی کے مانا جائے گا۔

مولانا ریاض الحسن نوری صاحب: میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں یہ پوائنٹ ایک دوسرا ہے۔ مولانا فضل الرحمان صاحب فرما رہے تھے کہ دوڑنے میں عورت مرد کے برابر آگئی ہے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جنسی معاملات میں یہ دونوں جنس مرد اور عورت میں موجود ہوتے ہیں۔ جو عورتیں اس قسم کے کام کرتی ہیں وہ تقریباً مرد ہوتی ہیں اور ان میں سوانیت بہت کم پائی جاتی ہے۔ ایک روسی عورت کا ایک واقعہ لکھا ہے جو عورتوں میں بہت تیز دوڑتی تھی اور فرسٹ آیا کرتی تھی اسکا طبی معائنہ ہوا تو معلوم ہوا کہ اس میں مردانہ اثرات کافی پائے جاتے ہیں اور وہ ایسی دوائیاں بھی کھاتی رہتی ہے دوسری چیز یہ ہے کہ میں آپ سے عرض کروں ایک کتاب ہے یہ حال ہی میں چھپی ہے۔ انسان کے دماغ کے دو حصے ہوتے ہیں دایاں حصہ اور بایاں حصہ انہیں میں وہ بتاتا ہے کہ

ہاشمی صاحب: نوری صاحب نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے......

نوری صاحب: چلو بعد میں بات کریں گے۔

مولانا عبداللطیف صاحب: اصل موضوع پہ مذاکرہ جو تھا وہ تو ہو چکا۔

ہاشمی صاحب: جی ہاں مذاکرہ تو ہو چکا اور یہ طے ہے کہ جمہور علماء کا مسلک ہے کہ مرد کے مقابلہ میں عورت کی گواہی نصف ہے حدود و قصاص اور دیگر معاملات میں اگر قرینہ قاطعہ موجود ہو تو عورت کی شہادت بھی قابل قبول ہے یا ناگزیر حالات اگر پیدا ہو جائیں اور حقوق کے زیاں کا اندیشہ ہو تو تحفظ حقوق کی خاطر قرینہ قاطعہ کی مدد سے عورت کی شہادت کو قبول کیا جا سکتا ہے۔

جج، منصف، مجسٹریٹ، وکلا، علماء، دینی مدارس کے طلباء کے لئے نادر تحفہ

اسلام کا قانونِ شہادت

جلد اوّل (حصہ فوجداری)

تالیف

مولانا سید محمد متین ہاشمی
ڈائریکٹر ریسرچ سیل

حدود و قصاص اور جملہ فوجداری مقدمات میں اسلام کے قانونِ شہادت کا اجراء کیسے ہوگا؟ اور موجودہ دور میں اس کو کیسے نافذ کیا جائے گا؟

اعلیٰ جلد، گلیز کاغذ، صفحات ۴۷۲، قیمت ۵۵/۰۰ روپے

ملنے کا پتہ

مرکزِ تحقیق ریسرچ سیل دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور